ڈاکٹر دلشاد بیگم
ایسوسی ایٹ پروفیسر' گورنمنٹ فرنٹیر کالج فار ومن پشاور

عورت کے قتل خطاء کی دیت شرعی دلائل کی روشنی میں

ان دنوں عورت کی دیت کا مسئلہ مغرب زدہ طبقے کے ماڈرن ازم کا تختہ مشق بنا ہوا ہے۔ یہ طبقہ ہر چیز کو یورپین ماڈل کی عینک لگا کر دیکھنے کا عادی بن چکا ہے۔ حالانکہ سنت رسول کریم ﷺ سنت خلفاء راشدین' اجماع صحابہ' اور تعامل امت چاروں مآخذ قانون سے ثابت ہے کہ عورت کے قتل خطاء کی دیت مرد کے قتل خطاء کی دیت کا نصف ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس نوع کے اجماعی مسئلے پر بحث ہی نہ کی جاتی لیکن افسوس ہے کہ اس اجماعی مسئلے کو بھی حقوق نسواں اور حقوق انسانی والوں کے ساتھ ساتھ متجددین کے طبقہ قلیلہ نے بھی نزاعی بنالیا ہے اس لئے اس مسئلے کی وضاحت ضروری ہے۔

دیت انسانی جان کی قیمت نہیں ہے بلکہ مقتول کے پس ماندگان کی معاشی کفالت ہے۔

اسی لئے یہاں یہ کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ جان اور خون تو مرد اور عورت دونوں کا یکساں ہے اس لئے دیت بھی برابر ہونی چاہیے' جان اور خون تو مسلمان اور ذمی کا بھی یکساں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''جان کے بدلے جان'' کا حکم عام ہے قصاص چونکہ جان کے بدلے جان کا نام ہے اس لئے عورت کے جان کے بدلے مرد کی جان جاتی ہے اور غلام کی جان کے بدلے آزاد کی جان لی جاتی ہے۔

قتل عمد کے صورت میں مرد اور عورت کی دیت برابر بھی ہوسکتی ہے کیونکہ قتل عمد کی صورت میں مقتول کے وارثوں کا اصل حق قصاص لینا ہے اور دیت قصاص کا بدل ہے جو فریقین کے درمیان مصالحت اور راضی نامے کی صورت میں واجب ہوتی ہے یہ دراصل بدل صلح ہے اور بدل صلح وہ ہی ہوتا ہے جس پر اتفاق رائے ہو چکا ہو اور باہمی معاہدہ ہوا ہو خواہ وہ سو اونٹ ہوں یا اس سے کم ہوں۔ لیکن قتل خطاء میں قصاص لینا سرے سے جائز ہی نہیں۔ تاکہ یہ کہا جائے کہ دیت انسانی خون اور قصاص کا بدل ہے۔ دیت تو درحقیقت مقتول کے پس ماندگان کی معاشی کفالت کا ایک نظام ہے اور اس نقصان کی کسی حد تک تلافی ہے جو خاندان کے کمانے والے فرد یا بعد میں کمانے کے لائق بننے والے فرد کی موت سے اس کو پہنچتا ہے۔ عورت کی قوت کار اور کمانے کی صلاحیت اگرچہ مرد کے مقابلے میں کم ہے قطع نظر اس کے جو عورتیں کماتی ہیں بعض اوقات مردوں سے بھی زیادہ کماتی ہیں تو یہ ان کا رضا کارانہ عمل ہے۔ ورنہ شریعت نے تو

عورت پر معاشی کفالت کی ذمہ داری سرے سے ڈالی ہی نہیں ہے اس لئے عورت کے قتل سے وارثوں کو صدمہ تو پہنچتا ہے اور گھریلو پریشانیاں بھی لاحق ہوتی ہیں لیکن کوئی خاص معاشی اور مالی پریشانی پہلے سے زیادہ نہیں ہوتی اسی فرق کی وجہ سے عورت کی دیت نصف مقرر کی گئی ہے کہ جو نقصان ہوا ہے اس کی تلافی نصف دیت سے بھی ہو جاتی ہے۔ فقہاء نے عورت کی دیت کے نصف ہونے کی یہی حکمت اور عقلی توجیہ بیان کی ہے۔ علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

ولان حالها انقص من حال الرجال و منفعتها اقل (۱)

''عورت کی قوت کار اور اس کی منفعت مرد سے کم ہے''

علامہ سید رشید رضا (مرحوم) نے بھی عورت کی دیت کے نصف ہونے کی عقلی توجیہ یہی کی ہے'' (۲)

قرآن کریم میں دیت کی مقدار کا ذکر نہیں کیا گیا۔ یہ تو ان لوگوں کی غلط فہمی یا غلط بیانی کا جواب ہے جو کہتے ہیں کہ دیت جان اور خون کا معاوضہ ہے' لہٰذا مرد اور عورت دونوں کی دیت برابر ہونی چاہیے اس لئے کہ جان اور خون دونوں کا برابر ہے۔ لیکن بعض حضرات کہتے ہیں کہ دیت کے قانون سے عورت کو چونکہ مستثنیٰ نہیں کیا گیا بلکہ قرآن کریم میں مطلقاً دیت دینے کا حکم دیا گیا ہے' اس لئے از روئے قرآن دونوں کی دیت برابر ہونی چاہیے۔ یہ بھی بہت بڑی غلط فہمی ہے اس لئے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۹۲ میں دیت کی مقدار کا ذکر ہی نہیں ہوا اور نہ قرآن کریم کی کسی دوسری آیت میں دیت کی مقدار اور نوعیت کا ذکر ہوا ہے۔ آیت قرآنی میں دیت کے صرف واجب الادا ہونے کا ذکر ہوا ہے اور اس بارے میں مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں کی دیت واجب اور لازم ہے۔ آخر یہ کس نے کہا ہے کہ عورت کے قتل خطاء پر دیت واجب ہی نہیں ہے دیت تو ہر معصوم الدم نفس کے قتل پر واجب ہے۔ خواہ مرد ہو یا عورت' مسلمان ہو یا غیر مسلم شہری۔ اصل بحث عورت کی دیت کی مقدار میں ہے اور اس بارے میں قرآن کریم میں تفصیل موجود نہیں ہے۔ قانونی زبان میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ قرآنی آیت وجوب دیت کے بارے میں مطلق اور عام ہے لیکن مقدار دیت کے بارے مجمل ہے' جس کی تشریح وتفسیر احادیث رسولؐ میں آئی ہے۔ بعض حضرات نے عورت اور مرد کی دیت کے برابر ہونے کے لئے رسولؐ کے اس ارشاد کو دلیل بنایا ہے کہ:

فی النفس المؤمنة مأة من الابل (۳)

نفس مومن کے بدلے میں سو اونٹ دیئے جائیں گے۔

یہ حدیث بالکل صحیح اور مستند ہے لیکن اس کے عموم میں دوسری حدیث نے تخصیص کر دی ہے جس کا ذکر بعد میں آ رہا ہے جب وہ دوسری حدیث اور اجماع صحابہؓ سے ثابت ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے' تو معلوم ہوا کہ اس حدیث میں سو اونٹ مرد کی دیت ہیں۔ قرآن وحدیث کا علم رکھنے والوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ احادیث ایک دوسرے کی تشریح کرتی ہیں اور ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں کہ کسی آیت یا حدیث میں عام اور مطلق الفاظ میں کوئی

قانون بیان ہوا ہے اور دوسری آیات یا احادیث نے اس میں تخصیص کردی ہے مثلاً سورۃ نور میں زانی اور زانیہ کی سزا سو کوڑے مقرر کی گئی ہے لیکن رسول ﷺ نے معلم قرآن اور اللہ کے مستند اور واجب الاطاعت نمائندے کی حیثیت سے امت کو بتادیا ہے کہ آیت میں ''غیر محصن'' زانی یا زانیہ کا حکم ذکر ہوا ہے۔

عورت کی دیت کے نصف ہونے کے شرعی دلائل:

وہ شرعی دلائل یہ ہیں جو عورت کی دیت کے نصف ہونے پر دلالت کرتے ہیں اس سلسلے میں تین قسم کے دلائل بیان کئے جائیں گے۔

۱۔ احادیث رسولؐ ۲۔ سنت خلافت راشدہ ۳۔ اجماع صحابہ

احادیث رسولؐ:

قال رسول اللہ دِیۃ المراۃ علی النصف من دِیۃ الرجل وروی ذالک من وجہ آخر عن عبادۃ بن نسی وفیہ ضعف (۴)

ترجمہ: ''رسولؐ نے فرمایا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔ یہ روایت ایک دوسرے طریقے (سند) پر بھی عبادہ بن نسی سے مروی ہے اور اس میں ضعف (کمزوری) ہے''

پہلی بات تو یہ ہے کہ اگرچہ امام بیہقی نے اور اسی طرح الجوہر النقی والے نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے مگر امام بیہقی کا مسلک یہی ہے کہ عورت کی دیت نصف ہے اگر حدیث کا ضعف اتنا شدید ہوتا جس کی وجہ سے یہ مردود اور غیر مقبول ہوجاتی تو امام موصوف اس کو دلیل نہ بناتے اور عورت کی دیت کے نصف ہونے کے قائل نہ ہوتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ علم اصول حدیث کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ حدیث ضعیف کی تائید میں جب دوسری روایات موجود ہوں یا اس حدیث کو ضعف کے باوجود سلف صالحین نے اس پر استدلال کیا ہو اور اسے سلف میں قبولیت کا درجہ حاصل ہوچکا ہو تو ایسی حدیث کو دلیل بنایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ حدیث کے طالب علموں تک کو معلوم ہے کہ امام ترمذی سنن ترمذی کے کئی ابواب میں حدیث نقل کر کے اس پر جرح کرتے ہیں اور جرح واعتراض کے باوجود اس پر صحابہ وتابعین اور ائمہ فقہ کا عمل بھی نقل کرتے ہیں۔ اسلئے اس کی تائید میں دوسری روایات موجود ہوتی ہیں۔ یہاں بھی حدیث مذکور کی تائید میں دوسری روایات موجود ہیں جو اس کے شواہد ہیں مثلاً

قال رسول اللہ عقل المراۃ مثل عقل الرجل حتی یبلغ الثلث من دیتہ (۵)

ترجمہ: رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے یہاں تک کہ مرد کی دیت کی ثلث ۱/۳ تک پہنچ جائے''

اس حدیث میں ''شجات وجراحات'' یعنی زخموں کی دیت میں مرد کی کل دیت کی ایک تہائی تک برابری کا

ذکر ہوا ہے۔ اس قید وشرط سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ایک تہائی سے اگر دیت زائد ہو تو پھر عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر نہیں ہے۔ اس وقت زیر بحث مسئلہ زخموں کا نہیں ہے۔ بلکہ قتل خطاء کی دیت زیر بحث ہے۔ ظاہر ہے کہ مرد کے قتل کی دیت ایک تہائی تو نہیں ہے بلکہ پوری دیت واجب الادا ہوتی ہے۔ جب ایک تہائی (تقریباً ۳۳ اونٹ) تک دونوں کی دیت برابر قرار دی ہے تو اس کے معنی یہی ہیں کہ پوری دیت (سو اونٹ) برابر نہیں ہے۔ زخموں کی دیت میں ایک تہائی تک مساوات کا قول بعض صحابہؓ سے مروی بھی ہے۔ اور مالکیہ اور حنابلہ کا مسلک بھی ہے۔ لہٰذا اگر ایک تہائی تک مرد اور عورت کی دیت برابر قرار دی جائے تو قابل قبول ہو سکتی ہے۔

سنت خلافت راشدہ:

فقومعمرؓ تلک الدیة (ای مأة من الابل) علی اھل القریٰ الف دینار او اثنی عشر الف درھم ودِیة الحرة المسلمة إذا کانت من اھل القریٰ خمسمأة دینار اور ستة الالف درھم فإذا کان الذی اصابھا من الاعراب فدیتھا خمسون من الابل (۶)

ترجمہ: حضرت عمرؓ نے شہری علاقے کے لوگوں پر سو اونٹوں کی قیمت ایک ہزار دینار یا ۱۲ ہزار درھم مقرر کی تھی۔ شہری علاقوں میں آزاد اور مسلمان عورت کی دیت پانچ سو (۵۰۰) دینار یا ۶ ہزار درہم مقرر کی تھی اور اگر عورت کا قاتل دیہاتی ہوتا تو اس صورت میں عورت کی دیت ۵۰ اونٹ مقرر کی تھی''

خلیفہ رسولؐ حضرت عمرؓ نے جب یہ حکم صادر فرمایا کہ عورت کی دیت ۶ ہزار درہم یا ۵۰ اونٹ ہیں یعنی مرد کی دیت کا نصف ہے تو کسی صحابی نے اس سے اختلاف نہیں کیا تو یہ خلافت راشدہ کی سنت اور متفق علیہ قانون بن گیا۔

عن ابراھیم نخعی عن عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب انھماقال عقل المرأة علی النصف من دِیة الرجل فی النفس وفیما دونھا (۷)

ترجمہ: ''ابراہیم نخعیؒ نے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں سے نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ عورت کے قتل اور زخموں کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔''

''زید بن ثابت سے مروی ہے کہ مردوں اور عورتوں کی دیت کل دیت کی ایک تہائی تک برابر ہے اور اس سے زائد میں عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے'' (۸)

امام شافعیؒ جو امام مالکؒ کے شاگرد ہیں کہ امام مالکؒ کہا کرتے تھے کہ مرد اور عورت کی دیت میں ایک تہائی تک مساوات اور اس سے زائد میں نصف دیت سنت ہے میں اس بارے میں اس کی پیروی کرتا تھا لیکن دل میں کچھ الجھن تھی۔ بعد میں مجھے جب معلوم ہوا کہ یہ اہل مدینہ کی سنت ہے جسے امام مالک ''حجت سمجھتے تھے (سنت رسول ﷺ نہیں ہے) تو میں نے اپنی رائے سے رجوع کیا اور مطلق دیت کے نصف ہونے کا قائل ہو گیا۔ (۹)

علامہ کاسانی، شمس الائمہ سرخسیؒ اور علامہ مرغینانی (صاحب ہدایہ) تینوں حنفی فقہاء نے لکھا ہے:

''عورت کی دیت نصف ہے اور اس پر صحابہ کا اجماع۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ عورت کی دیت نصف ہے اور اس پر صحابہ میں سے کسی کا اعتراض منقول نہیں'' (۱۰)

امام شافعیؒ نے فرمایا ہے: ''مجھے قدیم اور جدید دور کے علماء میں سے اس حکم سے اختلاف کرنے والا ایک عالم بھی معلوم نہیں ہے کہ عورت کی دیت نصف ہے''(۱۱)

۳۔ ابن قدامہ حنبلیؒ لکھتے ہیں: ''قال ابن المنذر وابن عبدالبر اجمع اهل العلم على انديته المرأة نصف دِية الرجل(۱۲)

ترجمہ: ''محمد بن المنذر (مشہور شافعی المسلک فقیہ ومحدث) اور ابن عبدالبر (مشہور مالکی المسلک فقیہ ومحدث) نے کہا ہے کہ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے''

۴۔ ''امام قرطبی اور ابن رشد نے بھی لکھا ہے کہ اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے'' (۱۳)

۵۔ امام مالک اور فقہاء مالکیہ کی تحقیق یہ ہے کہ عورت کے قتل کی دیت تو نصف ہے لیکن زخموں کی دیت کل دیت کی ایک تہائی تک مرد کی دیت کے برابر ہے اور ایک تہائی کے بعد زخموں کی دیت بھی نصف ہے(۱۴)

مذکورہ حوالوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ عورت کی دیت کا نصف ہونا صحابہ کرامؓ کے اجماع سے ثابت ہے جس کی بنیاد احادیث رسولؐ ہیں اور قیاس وعقل کا تقاضا بھی یہی ہے جیسا کہ فقہاء کی بیان کردہ عقلی توجیہ سے ثابت کر دیا گیا۔ اب جیسے عورتوں کے حقوق والے اسلام پر ایک اعتراض یہ بھی کرتے ہیں کہ عورت کی دیت نصف کیوں ہے تو ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ دیت قصاص کا بدل نہیں اور دیت قتل خطاء میں نصف ہے جس کی وجوہ بیان کر دی گئیں ہیں قتل عمد میں تو قصاص ہے یا پھر جس طرح سے مقتولہ کے ورثاء راضی ہو جائیں کچھ معاصرین فقہاء یا متجددین اجتہاد کی آزادی کا نعرہ لگاتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ اجتہاد پر پابندی کس نے لگائی ہے۔ ظاہر ہے کہ علمی تحقیق اور غور وفکر کا دروازہ بند تو نہیں کیا گیا لیکن اجتہاد تو جدید دور کے مسائل کے حل کے لئے ہونا چاہیئے 'ہوتا رہے' ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا یا پھر اختلافی مسائل میں کسی ایک رائے کو ترجیح دینے کے لئے اجتہاد کیا جا سکتا ہے۔ پہلے سے طے شدہ اجماعی مسائل یا نصوص سے ثابت شدہ مسائل میں اجتہاد کے ذریعے نئی باتیں سامنے لانا اور اجماع صحابہؓ کے خلاف رائے قائم کرنا اجتہاد نہیں ہے بلکہ انحراف وتحریف کا دروازہ کھولنا ہے۔ قتل خطاء عورت کی دیت کا نصف ہونا اجماعی مسئلہ ہے اور احادیث رسولؐ سے ثابت ہے لہذا اسے اجتہاد کا تختہ مشق بنانا مریض ذہنیت کی علامت ہے اور عورت کی قتل خطاء کی

دیت نصف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مرد پر معاشی کفالت کا بوجھ مسلسل موجود ہے جبکہ عورت پر ایسا کوئی بوجھ ذمہ داری کے طور پر نہیں ڈالا گیا۔ چونکہ مرد معاشی کفالت کرتا ہے اور محنت و مشقت کرنے اور کمانے کی صلاحیت بھی زیادہ رکھتا ہے اس لئے اس کے قتل ہو جانے سے پسماندگان کو نسبتاً زیادہ معاشی اور مالی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے' اس لئے مرد کی دیت عورت سے زیادہ مقرر کی گئی ہے عورت کے قتل سے پسماندگان کو کچھ زیادہ مالی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ وہی حالت ہوگی جو پہلے تھی' اچھی تھی یا بری اس لئے عورت کی دیت مرد سے کم مقرر کی گئی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آج کل تو عورتیں مردوں سے زیادہ کماتی ہیں لیکن قانون تو اکثریت کی حالت اور انسانی فطرت کو ملحوظ رکھ کر بنایا جاتا ہے اور شاذ و نادر صورتوں کے لئے کوئی استثنائی دفعہ رکھی جاتی ہے اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس قسم کی استثنائی صورتوں میں عدالت حالات و کوائف کا جائزہ لے کر نصف دیت سے زائد بھی بطور ''تغلیظ دیت'' دلا سکتی ہے۔ جہاں تک بیوی کی موت سے گھر کے انتظام کے خراب ہونے کا تعلق ہے اور یہ کہ شوہر کا سکون و آرام برباد ہو جاتا ہے تو اس کی تلافی تو نہ قصاص سے ہو سکتی ہے نہ پوری دیت سے ہو سکتی ہے اور نہ آدھی دیت سے ہو سکتی ہے بلکہ اس کا علاج صبر جمیل ہے اور متبادل انتظام کرنا ہے۔ دیت تو صرف مالی نقصان کی تلافی کے لئے عائد کی جاتی ہے جو عورت کی موت کی صورت میں کم پیش آتی ہے۔ اور مرد کی موت کی صورت میں زیادہ پیش آتی ہے۔ اس لئے دیت میں فرق رکھا گیا ہے۔ اس فرق کی بنیاد معاشرتی کمتری نہیں ہے بلکہ معاشی کفالت اور مالی پریشانی کی تلافی ہے۔ حقوق نسواں کے حامی جو عورت قتل خطاء کی نصف دیت پر اعتراض کرتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ انگریزی طرز کی عدالتوں میں انگریزی طرز کی وکیلانہ پریکٹس کی نوعیت اور ہے اور کسی شرعی اور دینی مسئلے کی علمی تحقیق کی نوعیت دوسری ہے۔ دونوں کا طریقہ کار اور طرز استدلال یکساں نہیں ہوتا۔ اس لئے اس سلسلے میں خالص علمی اور تحقیقی انداز بیان اختیار کرنے کی ضرورت ہے تو یقینا ان کو شریعت کی مصلحت اور شرعی قوانین کی حکمت سمجھ میں آجائے گی۔ اور ان کو اسلام کی طرف سے تفویض کئے گئے عورتوں کے حقوق پر اعتراض کی بجائے فخر حاصل ہوگا۔ جو تمام قوانین سے افضل اور عدل کے عین مطابق ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ دیت قصاص کا بدل ہے تو یہ بات قتل عمد کے سلسلے میں تو صحیح ہو سکتی ہے کہ اس میں اصل سزا قصاص ہے لیکن اگر وارث دیت کے بدلے میں قصاص معاف کر دیں تو یہ دیت قصاص کا بدل ہو جاتی ہے' یہی وجہ ہے کہ قتل عمد کی دیت قاتل خود ادا کریگا اس کے عاقلہ پر اس کی ادائیگی واجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس دیت کے بدلے میں جب قاتل اپنے آپ کو قصاص سے بچاتا ہے تو یہ بوجھ بھی اسے خود اٹھانا ہوگا لیکن قتل خطاء کی صورت میں جب قصاص لینا سرے سے جائز ہی نہیں ہے بلکہ اس کا اصلی حکم دیت ہی ہے تو یہ قصاص کا بدل کیسے ہو سکتی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ قتل خطاء صرف بے احتیاطی اور بے پروائی ہے جس کی سزا کفارہ ہے اور مقتول کے وارثوں کی مالی امداد ہے جو اجتماعی کفالت کے اصول کی بنیاد پر قاتل کا خاندان یا اس کے ہم پیشہ لوگ ادا کریں گے۔ اگر عاقلہ یعنی خاندان اور ہم پیشہ لوگ موجود